

سابق ریاست چترال میں جرائم کی وجوہات اور ان کے تدارک کے اسلامی طریقے
اور معاشرے پر ان کے اثرات

**CAUSES OF CRIMES AND ISLAMIC METHODS OF ITS PREVENTION IN
THE FORMER STATE OF CHITRAL AND THEIR EFFECTS ON SOCIETY**

*Saeed Ur Rahman

ABSTRACT:

Despite the fact that Chitral is very peaceful area and the People of Chitral are very gentle, quiet and hate fighting. Seeing their so much nobility and simplicity, it seems that not a single incident of crime would have happened there. But on other hand there are many cases of Crimes in this peaceful area related to Qasas and Diyat etc. Therefore, it is very important to find out the motives behind those incidents, due to which they happened. At the same time, it is also important to know that in the former State of Chitral, there were very strong and exemplary methods of crime prevention and arrest of Criminals, which led to the prevention of heinous Crimes and murders. And to this day, their best effects are felt in Chitral society. Therefore, it is important to be aware of all the methods that were used to prevent various types of crimes in Chitral region during the state period. So adopting these, the growing killing and destruction in the present society, fights and hatreds could be stopped and saved from. In this article, all the reasons behind those incidents and the ways to prevent them have been combined. And then according to the Qur'an and Sunnah, there has been extensive discussion and comment on them.

Keywords: Raees dynasty, Katoor, Princely state, Shuja-Al-Mulk

*PH.D Scholar, Islamic Studies, Qurtuba University of Science & Information Technology Peshawar.

تعارف: (Introduction)

ریاست چترال میں صدیوں تک رائج اسلامی نظام کی خوبیوں سے معاشرے کو آگاہ کر کے بڑھتی ہوئی خرابیوں، اختلافات، فسادات، جنگ و جدال وغیرہ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان تمام چیزوں کا واحد حل اسلامی نظام ہی ہے۔ اور اس سلسلے میں میں نے متعلقہ فیصلوں کے اصل ریکارڈ تک رسائی حاصل کر کے ان کی بنیاد پر حقائق کو معاشرہ کے سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

چونکہ اس سے پہلے ان فیصلوں پر کوئی کام نہیں ہوا۔ اس لئے بھی ضرورت تھی کہ اس پر تحقیقی کام کیا جائے۔ اگرچہ عمومی تاریخ کی کئی کتابیں، جیسے مرزا غفران کی فارسی تاریخ چترال، منشی عزیز الدین کی اردو تاریخ چترال، پروفیسر اسرار الدین کی سرناصر الملک، اور تاریخ چترال کے بکھرے اوراق، مرزا فضل واحد بیگ کی تاریخ شاہان چترال، اس کے علاوہ ریاست چترال کی تاریخ اور تعارف پر ڈاکٹر یونس خالد کی ریاست چترال کی تاریخ اور طرز حکمرانی وغیرہ موجود تھیں۔ لیکن مذکورہ تمام کتابوں میں صرف چترال کی تاریخ کو زیر بحث لائی گئی ہے۔ اور وہ بھی کسی حد تک نامکمل ہے۔ جبکہ ریاست چترال کے شرعی دور کے مقدمات اور ان کے اسباب اور طریقہ کار وغیرہ سے متعلق کوئی قابل ذکر بحث موجود نہیں۔

زیر بحث آرٹیکل میں ان تمام چیزوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

عمومی اسباب و محرکات

ریاستی دور کے قصاص و دیت وغیرہ فوجداری مقدمات کو دیکھنے اور اسی طرح متعلقہ دوسری کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قتل وغیرہ جرائم کے عمومی اسباب مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ اسلامی تعلیمات سے دوری: انسان جب احکام الہیہ سے دور ہوتا ہے تو رحم و شفقت کا مادہ ختم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اسلامی تعلیمات سے دور، اللہ کے نافرمان لوگوں کو قرآن نے جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔

"وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ"

"اور ہم نے جنات اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ جہنم کے لئے پیدا کئے۔ ان کے پاس دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے پاس کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔ وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔"

۲۔ ناخواندگی یعنی دنیاوی تعلیم سے دوری اور جہالت: دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم بھی انسان کے لئے ضروری ہے، اصل اور مقصود تو دینی علم ہے لیکن انسان دنیاوی تعلیم کی وجہ سے بھی کسی حد تک ان برائیوں سے بچتا ہے جن میں ایک ناخواندہ اور اناڑی قسم کا شخص مبتلا ہوتا ہے۔ چونکہ اس دور میں دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے علوم سے یہاں کے لوگ کلی طور پر نہیں تو کافی حد تک ضرور نا آشنا تھے، جس کی وجہ سے یہ واقعات رونما ہوتے تھے۔

۳۔ شکوک و شبہات کی پیروی: چونکہ ان میں اکثر واقعات شک کی بنیاد پر پیش آئے ہیں اور یہی آج کل بھی ہمارے معاشرے میں عام ہے کہ تھوڑے سے شک کی بنیاد پر آدمی پر بہتان لگا لیتے ہیں، حالانکہ شریعت میں حدود وغیرہ کے ثبوت کے لئے کتنی سخت شرائط ہیں۔

۴۔ خوبصورتی کے اثرات: انسان کے حسن و جمال میں ایک ایسی کشش ہے کہ یہ دوسرے انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور چترال کی عورتوں میں حسن و جمال قدرتی طور پر زیادہ پایا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک سبب ہے اور اس سے بچنا مشکل ہے۔ حسین و جمیل عورت کی طرف مرد کا میلان بنسبت دوسری عورتوں کے زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں اس کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سات بندے اللہ کے عرش کے سایے میں ہونگے جب لوگ پریشانی کے عالم میں ہونگے۔ ان سات افراد میں سے ایک وہ شخص ہے جسے حسین و جمیل اور اعلیٰ حسب و نسب والی عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ اللہ سے ڈرے، اور اس گناہ سے محفوظ رہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ:----- وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ"۔^۲

۵۔ کیلاشی رسم و رواج / یونانی ثقافت کے اثرات / ناچ گانا وغیرہ: چونکہ کیلاش مذہب میں ایسے رسوم و رواج موجود ہیں جنہیں وہ لوگ مذہبی یا معاشرتی رسوم کے طور پر کرتے ہیں۔ جیسے مرد و عورتوں کا اختلاط، بے پردگی اور عریانی، ناچ گانا، ڈانسنگ، حتیٰ کہ فوٹنگی کے موقع پر بھی یہ لوگ ناچ گانے کی محفلیں سجاتے ہیں۔ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ناچتی گاتی اور رقص کرتی ہیں۔ اور یہ ان کا مذہبی طریقہ ہے۔ لیکن اس کے اثرات یقیناً آس پاس کے ماحول پر پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ اس ناچ گانے کو علاقے کی ثقافت قرار دینے لگے۔ تو جب لوگ گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھیں بلکہ اس کو اپنی ثقافت کا حصہ قرار دیں تو قتل و غارت اور فسادات تو ہونگے۔^۳

۶۔ شرعی پردہ کا فقدان: چنانچہ اس کیلاشی اور یونانی ثقافت کا اثر تھا کہ یہاں شرعی پردہ کا فقدان تھا۔ بے پردگی عام تھی۔ اگرچہ لوگ اس کو سادگی کا نام دیتے تھے۔ نہ اپنوں کا فرق تھا، نہ غیروں کا۔ گاؤں سے باہر اگرچہ پردے کا کچھ تصور موجود تھا، لیکن اپنے علاقہ میں، اپنے خاندان وغیرہ میں شرعی پردے کا تصور بالکل نہیں تھا۔ اس وقت بھی اکثریت کا یہی حال ہے۔ تو جب شرعی پردہ نہ ہو آپس میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو تو یقیناً یہ واقعات پیش آتے ہیں، کیونکہ اس میں شیطان کے لئے راہ ہموار ہو جاتی ہے جب مرد و عورت تنہائی میں ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامحرم مرد و عورت کی خلوت سے منع کیا ہے۔

"عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:----- أَلَا

لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ثَالِثُهُمَا"^۵

سابق ریاست چترال میں جرائم کی وجوہات اور ان کے تذکرہ کے اسلامی طریقے اور معاشرے پر ان کے اثرات

"خبردار! کوئی مرد ہرگز کسی عورت کے ساتھ خلوت یعنی تنہائی اختیار نہ کرے اس لئے کہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔"

۷۔ غربت وافلاس: غربت وافلاس بعض اوقات انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا"۔
"قريب ہے کہ فقر وفاقہ کفر کی صورت اختیار کرے۔"

اور بعض اوقات انسان کو قتل وغارت پر آمادہ کرتا ہے۔ کیونکہ انسان بھوک سے تنگ آکر ہر جائز و ناجائز فعل کا ارتکاب کرتا ہے جو اسے اس غربت سے نکالنے والا ہو۔ چنانچہ بے شمار واقعات معاشرے میں پیش آتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ ریاست چترال میں ایک صدی پہلے انتہائی تنگی اور افلاس کا دور دورہ تھا۔ جس کی وجہ سے تعلیم کا بھی فقدان تھا۔ پورے ملک میں چند افراد پڑھے لکھے، اور وہ بھی مفلسی و غربتی کے مارے ہندوستان یا پشاور جا کر پڑھ آئے۔ تو اس غربت وافلاس کی وجہ سے بھی ایسے واقعات پیش آتے رہے۔

۸۔ احساس محرومی: یہ بھی ایک ایسا سبب ہے جو انسان کو ہر قسم کے فعل پر مجبور کرتا ہے۔ چاہے اچھا ہو یا برا۔ اور جب انسان کے اندر سے رواداری، دوسروں کو اپنے پر ترجیح دینا وغیرہ اوصاف ختم ہو جائیں۔ تو انسان ظلم، قتل وغارت اور فسادات پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور خاص کر تنگ دستی اور بھوک وافلاس کے دور میں یہ اور بھی انسان کو ناجائز افعال پر آمادہ کرتا ہے۔ تو گویا یہ احساس محرومی بوجہ عدم رواداری بھی ان اسباب میں سے ایک بڑا سبب تھا جن کی وجہ سے یہ واقعات پیش آئے۔

۹۔ غیرت وانا: چترال کے لوگ چونکہ اکثر باہر سے آئے ہیں، مختلف قبائل سے ہجرت کر کے یہاں آئے۔ اس لئے ان میں قبائلی مزاج اور غیرت وانا کا مسئلہ بہر حال باقی تھا۔ اگرچہ بعد میں ایک طویل مدت تک شرعی نظام کے تحت رہنے کی وجہ سے چترالی باشندوں کے مزاج میں نرمی، متانت، وغیرہ اچھی صفات پیدا ہوئیں۔ اور اس شرعی نظام کی برکت سے ان بری صفات کا ایسا خاتمہ ہوا کہ لوگ چترالیوں کی نرم مزاجی اور شرافت پر رشک کرنے لگے۔ الحمد للہ آج بھی چترال سے تعلق رکھنے والے اکثر لوگوں میں یہ اچھے اوصاف موجود ہیں۔ اور یہ سب اس شرعی نظام کی برکات ہیں جو یہاں صدیوں تک نافذ العمل رہا۔

۱۰۔ رسم و رواج اور دستور کو حد سے زیادہ ترجیح دینا: چنانچہ ان میں سے بہت سارے مقدمات ایسے بھی ہیں جنہیں عرف کے مطابق قتل قرار دے کر قاتلوں کو بری کیا گیا۔ کیونکہ ان رواجی قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق کی صورت میں پائے تو اسے یہ اختیار حاصل تھا کہ اسے قتل کرے، اور اس قتل پر کوئی سزا وغیرہ نہیں تھی۔ اور یہ وہ قانون ہے جو غیرت کے نام پر اسلام سے پہلے بھی عرب میں موجود تھا، اور مختلف قبائل میں آج بھی موجود ہے۔ جس کو سندھ میں کار و کاری، پنجاب میں کالا کالی، خیبر پختونخواہ میں طور طورہ اور بلوچستان میں سیاہ کاری کا نام دیا جاتا ہے۔

جہاں تک اس قتل کا تعلق ہے تو اسے جمہور فقہاء کرام نے ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے جائز نہیں کہا ہے۔ کہ کوئی شخص قانون ہاتھ میں لے کر خود کو نافذ کرنا شروع کر دے۔ لیکن اگر کوئی قتل کرے تو اس کا کیا حکم ہے اس بارے

میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ البتہ قتل عمد میں اس کو شمار نہ کرنے میں بھی تمام فقہاء متفق ہیں۔ کیونکہ قتل عمد کے لئے مقتول کا معصوم عن الدم ہونا ضروری ہے^۸ جو یہاں موجود نہیں۔

بعض مالکیہ^۹ اور حنابلہ کا مذہب ہے کہ اس طرح قتل کی صورت میں قاتل یا تو مکمل بری ہو جائے گا یعنی کسی قسم کی سزا اور تعزیر نہیں ہوگی، یا پھر قتل خطا میں شمار ہوگا۔^۹

"وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: إِنَّ أَقَامَ بَيْنَهُ أَنَّهُ وَجَدَهُ مَعَ امْرَأَتِهِ هَدَرَ دَمَهُ"۔^{۱۰}

"امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ اگر قاتل اس پر گواہ پیش کرے کہ اس نے مقتول کو اپنی

بیوی کے ساتھ پایا تھا، تو مقتول کا خون ہدر ہے۔"

ملکی قانون کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو پاکستان کے مجموعہ تعزیرات کے مطابق بھی عزت اور غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کو "قتل عمد" کی بجائے "قتل خطا" سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ سابقہ دور کے سینکڑوں فیصلے ریکارڈ پر ہیں جن میں غیرت کے قتل کو "قتل عمد" نہیں سمجھا گیا، بلکہ قتل خطا قرار دے کر دیت لازم کر کے یا پھر بعض صورتوں میں بغیر دیت کے معاف کر دیے گئے۔ البتہ بعد میں اس کو بعض صورتوں میں فساد فی الارض کے تحت داخل کر کے سزائے موت کے زمرے میں بھی لایا گیا۔ اور مقتول کے ورثاء پر حاکم وقت کو ترجیح دی گئی، اور تعزیر میں حاکم وقت اگر چاہے تو سزائے موت کی تعزیر بھی ہو سکتی ہے۔ پھر ورثاء کے لئے معافی کا حق سلب کرتے ہوئے ریاست کو مقتول کا سرپرست بننے کی راہ اپنائی گئی اور سزا کو ۱۵ سال سے بڑھا کر ۲۵ سال قید کر دی گئی۔ بوقت ضرورت عدالت قتل غیرت کو فساد فی الارض اور دہشت گردی کے تحت بھی سماعت کر سکتی ہے۔ اس کے لئے اعلیٰ پولیس افسران کی خدمات لینے کے علاوہ، عدالت عالیہ صوبائی حکومتوں کے اختیارات بھی استعمال کر سکتی ہے۔"

بہر حال غیرت کے حوالے سے جرائم کی سنگین صورتیں مجرموں کے لئے سزائے موت کو شرعاً لازم تو کرتی ہیں، جبکہ شرعی اصولوں کے مطابق پایہ ثبوت کو پہنچیں، لیکن پھر بھی ورثاء کے لئے قانون کو ہاتھ میں لینے کی گنجائش نہیں ہے، یہ صرف مسلمان حاکم کا استحقاق ہے۔ تاہم اس کو قتل عمد کہنا درست نہیں، کیونکہ قتل عمد جس کے بدلے قصاص لازم ہوتا ہے، کے لئے مقتول کا معصوم عن الدم ہونا ضروری ہے۔ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، زیدیہ، امامیہ اور ظاہریہ سب نے اس کی صراحت کی ہے کہ قصاص لینے کے لئے مقتول کا معصوم عن الدم ہونا ضروری ہے۔^{۱۲}

حاصل یہ کہ پاکستانی رسوم رواج میں غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم کی بہت سی شکلوں کی سزا قتل نہیں، یہ غیرت کا ناجائز استعمال ہے۔ غیرت کے نام پر قتل کا ارتکاب شرعاً ممنوع ہے، تاہم ایسے قتل کی سزا سابقہ جرم کی روشنی میں قانون و شرع کے تقاضوں کے مطابق دی جائے، اور عملاً بدکاری ثابت کر دینے پر مجرم (قاتل) کو سزائیں رعایت ملے۔^{۱۳} کیونکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیور کوئی نہیں ہو سکتا، اور انہوں نے ایسی حالت میں قتل کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ بیوی کو اس حالت میں دیکھنے والے شوہر تک کو لعان کا راستہ بتایا ہے اور لعان کی روایات

سابق ریاست چترال میں جرائم کی وجوہات اور ان کے تدارک کے اسلامی طریقے اور معاشرے پر ان کے اثرات

نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ اگر لعان کی آیات نہ ہوتیں تو بیوی پر زنا کا الزام لگانے والے شوہر کو چار گواہ ہی پیش کرنے ہوتے اور ناکامی کی صورت میں اسے قذف کی سزا بھگتنی پڑتی۔^{۱۳}

اسی طرح پاکستانی قانون میں اس طرح کے قتل میں اولیاء مقتول کی جانب سے معافی کے بعد بھی قاتل کو سزائے موت دی جاسکتی ہے کیونکہ اسے فساد فی الارض قرار دے کر ولی کی معافی کے اختیار پر حاکم کے اختیار کو فوقیت دی گئی ہے۔ جو پوری قوم کے نمائندہ کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے۔^{۱۵}

اسی طرح ان بے جارسم و رواج کی پابندی اور غیر شرعی دستور میں سے یہ بھی تھا کہ جائداد تقسیم کرتے ہوئے بیٹیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا تھا، بلکہ کچھ کھانے پینے کی چیزیں دی جاتی تھیں، جیسا کہ بش (BASH) چترالی زبان میں کھانے کی اس چیز کو کہتے ہیں جو سال میں دو مرتبہ عیدین کے موقع پر بیٹی کے گھر بھیج دی جاتی، اور اس کو جائداد میں سے اس کے حصے کا بدلہ قرار دیا جاتا۔ اور یہ آج کل بھی رائج ہے۔ جو کہ سراسر غیر شرعی دستور ہے۔ کیونکہ قرآن میں جو حصہ اللہ پاک نے بیٹی کے لئے مقرر کیا ہے وہ آیت میراث میں موجود ہے وہ اس کو ملنا ہے۔

"يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ"۔^{۱۶}

"اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔"

اسی طرح اس وقت کے غیر شرعی رواجی قوانین میں سے یہ بھی تھا کہ لڑکوں میں بھی جائداد انصاف کے ساتھ تقسیم نہیں ہوتی تھی بلکہ باپ کی طرف سے تعمیر کردہ گھر سب سے چھوٹے بیٹے کو مل جاتا اور اسے چیر و بشو کہتے تھے اور بعض یہ کہتے ہیں:

"کہ یہ ملکی دستور ہے یعنی علاقے کا عرف ہے اور قدیم دور سے چلا آ رہا ہے۔"۔۔۔ "لَاَنَّ الْقَدِيمَ يَتَرَكُ عَلَى

قَدَمِهِ"۔^{۱۸}

یہ یقیناً مسلم ہے کہ کوئی معاملہ قدیم دور سے چلا آ رہا ہو اسے باقی رکھا جائے گا، لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب تک وہ شریعت کے خلاف نہ ہو، اگر وہ شریعت کے اصولوں کے خلاف ہو، یا اس کو باقی رکھنے میں کسی فرد یا جماعت کو ضرر ہو تو اسے تبدیل کرنا ضروری ہے چاہے وہ کتنا ہی قدیم ہو۔^{۱۹}

"الضَّرُّ لَا يَكُونُ قَدِيمًا يَعْنِي: لَا يُعْتَبَرُ قَدِيمُهُ وَلَا يُحْكَمُ بِبَقَائِهِ الْقَدِيمُ يَتَرَكُ عَلَى قَدَمِهِ. يَعْنِي: أَنَّ الْقَدِيمَ الْمُوَافِقَ لِلشَّرْعِ يَجِبُ أَنْ يَتَرَكَ عَلَى حَالِ الْقَدِيمِ مَا لَمْ يَثْبُتْ خِلَافُهُ؛ --- أَمَّا الْقَدِيمُ الْمُخَالَفُ لِلشَّرْعِ الشَّرِيفِ فَلَا اعْتِبَارَ لَهُ يَعْنِي أَنَّ الشَّيْءَ الْمَعْمُولَ بِغَيْرِ صُورَةٍ مَشْرُوعَةٍ فِي الْأَصْلِ وَفِي ابْتِدَاءِ وَضْعِهِ فَلَا اعْتِبَارَ لَهُ أَيْ لَا يَتَرَكُ عَلَى قَدَمِهِ وَلَوْ كَانَ قَدِيمًا وَيُزَالُ إِذَا كَانَ فِيهِ ضَرَرٌ فَاحِشٌ"۔^{۲۱}

اور یہ مذکورہ دونوں غیر شرعی رواج اب بھی چترال میں موجود ہیں۔ جن کو ختم کرنا علماء کرام اور وفاقی شرعی عدالت کی ذمہ داری ہے۔ ایسے غیر شرعی رسم و رواج اور بدعات کو مٹانے کے لئے اللہ پاک نے خاندان بخاری کے بزرگوں کو ذریعہ بنایا۔ روز اول سے ہی باطل اور ظالم بادشاہوں کے خلاف حق کی آواز بلند کرنے کی وجہ سے بخارا جیسے عظیم مرکز علم سے ہجرت کرنے کی نوبت آئی، چنانچہ جد اول عبدالکریم شاہ

بخاری المعروف کنان شاہ بخاریؒ نے عالم اسلام کے مشہور مرکز علم بخاری سے چترال کا رخ کیا، وہاں مڑپ جیسے دور دراز علاقے میں آباد ہوئے، اور پھر ان کی اولاد میں سے (کچھ سلسلہ کے بعد) قلندر بیگ بخاریؒ اور غیرت بیگ بخاریؒ تھے، جو کہ انور بیگ بخاریؒ کی اولاد میں سے تھے۔ اور دادا محترم قلندر بیگؒ والئیؒ سوات (سید و بابا رح) کے مرید خاص تھے، شاگرام گولدور میں آباد تھے، ان کے بیٹے حافظ عبید اللہ صوفی المعروف خان صوفی، جو اعلیٰ حضرت مہتر شجاع الملک کے دور حکومت میں عشر و خراج کے ذمہ دار یعنی ملک مقرر تھے۔ اور پشاور ہزار خوانی کے حضرت صاحبؒ کے مرید خاص تھے۔ معتمد ذرائع سے علاقے میں معروف ہے کہ دادا محترم حافظ عبید اللہ صوفیؒ رمضان کے مہینے میں سینکڑوں میل کا سفر پیدل طے کر کے تور کہو شاگرام سے علاقہ دیر میں ختم قرآن کے لئے آیا کرتے تھے۔ تو یہ سب کچھ ان بزرگوں کی صحبت کا اثر تھا کہ ان حضرات نے اپنی جائیداد اور علاقے وغیرہ سب کچھ قربان کیے، لیکن اسلام کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی برداشت کرنے کو گوارا نہیں کیا۔ بلکہ برابر بدعات کا خاتمہ کرتے رہے۔ چنانچہ دادا محترم مفتی عبدالحمید صاحب جو ریاست چترال کے مفتی رہے، انہوں نے بطور خاص مذکورہ بالا دو غیر شرعی رواجوں کا اپنے ہاں سے خاتمہ کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے جائیداد تقسیم کر کے بیٹیوں کا حصہ الگ کیا، جو کہ علاقہ میں ایک عجیب سا معاملہ تھا، لوگ حیران تھے کہ بیٹیوں کو کیسے حصہ دیا جاتا ہے۔ اور دوسری غیر شرعی رسم یہ تھی کہ مکانات کو چھوٹے بیٹے کو دیا جاتا تھا جو کہ انتہائی ظلم کا فیصلہ تھا کیونکہ شریعت نے سب کو برابر کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ اور برابری نہ کرنے پر بہت سخت وعید سنائی ہے چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ان کے والد حضرت بشیر رضی اللہ عنہ انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہدیہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ نے اپنے سب بیٹیوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا: "نہیں"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر نعمان سے بھی اس غلام کو واپس لے لو۔ دوسری روایت میں ہے۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔^{۲۲}

اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کسی وارث کے میراث سے فرار اختیار کرے یعنی برابری نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ روز قیامت جنت سے اس کا میراث کاٹ دے گا۔^{۲۳}

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ،

"اگر میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں کو مردوں پر ترجیح دیتا، پس تم اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو" ^{۲۴}

مجرم کو پکڑنے کا طریقہ: (Method of catching Guilty)

قدیم زمانے سے ہی چترال بیرونی حملہ آوروں کی زد میں رہا، جیسے چینی، ایرانی، ترکی اور روسی وغیرہ۔ جنہوں نے نہ صرف یہ کہ چترال کی تہذیب و ثقافت کو متاثر کیا بلکہ چترال کے رواجی اور انتظامی قوانین کو بھی متاثر کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ چترال میں بہت سارے رواج و دستور ہیں جو ان کے نافذ کردہ ہیں اور بعد کے ادوار میں بھی نافذ العمل رہے۔ اور چترال کے باشندے روز اول سے قانون کا احترام اور قانون کی پاسداری میں مشہور رہے ہیں۔

سابق ریاست چترال میں جرائم کی وجوہات اور ان کے تذکرہ کے اسلامی طریقے اور معاشرے پر ان کے اثرات

ان روایتی قوانین میں سے ایک منفرد خصوصیت کا حامل اجتماعی ذمہ داری کا تصور بھی تھا چونکہ پہلے کوئی پولیس کا محکمہ نہیں تھا جو باقاعدہ تحقیق کر کے چوروں اور مجرموں کو پکڑ لیتی، البتہ شجاع الملک کے آخری دور میں پولیس کا محکمہ قائم کیا گیا جس کی طرف سے کچھ مخصوص لوگ محرر مقرر کیے گئے تھے جو گاؤں میں خفیہ طور پر مجرموں کے بارے میں تحقیقات کرتے تھے جس کی وجہ سے جرائم میں کافی کمی بھی محسوس کی گئی، البتہ بعض لوگ رضا کارانہ طور پر یہ خدمات انجام دیتے تھے، لیکن باقاعدہ طور پر پولیس کا محکمہ ۱۹۵۳ء میں عمل میں آیا اس سے پہلے روایتی قانون کے تحت اجتماعی ذمہ داری تھی کہ اگر کوئی شخص جرم کر کے کہیں چھپ جاتا یا غائب ہو جاتا تو یہ پورے گاؤں والوں کی ذمہ داری ہوتی کہ اسے پکڑ کر حاضر کرتے۔ ایک تو یہ ان کے ہاں روایتی قوانین میں سے تھا، اور دوسری طرف ریاست کی طرف سے بھی ان پر لاگو تھا، چنانچہ اگر گاؤں کے لوگ مجرم کو پکڑ کر حوالہ کرنے میں ناکام رہتے تو ریاست کی طرف سے پورے گاؤں والوں پر جرمانہ عائد کیا جاتا جو پورے گاؤں والوں سے وصول کیا جاتا۔ اور اس طرح کے معاملات میں تعاون کرنے پر گاؤں والوں کو انعام و اکرام سے نوازا جاتا۔ اور جرائم کے معاملہ میں نہ صرف مجرم جواب دہ تھا بلکہ گاؤں کے تمام لوگ بھی جواب دہ ہوتے تھے۔^{۲۵} پورے گاؤں کی ذمہ داری کا یہ ضابطہ گویا فقہ اسلامی کے ضابطہ قسامت کے مترادف ہے۔ اس کے تحت اگر کسی گاؤں کے قریب کوئی لاش پائی جائے تو پورے گاؤں سے پچاس افراد کو ذمہ دار ٹھہرا کر ان سے قسم لی جائے گی۔^{۲۶} اور یہ جرائم کے سدباب کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

اثرات: (Effects)

اس روایتی قانون اور اجتماعی جواب دہی کے بہت ہی اچھے نتائج نکلے، کیونکہ جب سارے گاؤں والوں کو جواب دہ قرار دیا جاتا ہے تو ہر شخص نہ صرف یہ کہ خود جرائم سے باز رہتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی برائیوں سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اور یہ قرآن و سنت کا حکم بھی ہے کہ ہر شخص خود بھی نیک عمل کرے اور دوسروں کو بھی نیکی کی ترغیب دے، خود بھی برائیوں سے اجتناب کرے اور جہاں کہیں برائی کا ارتکاب ہوتا ہو ا دیکھے تو اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ"۔^{۲۷}

"مسلمانو! تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم نیکی کی تلقین کرتے ہو،

برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا۔

ان میں سے کچھ تو مؤمن ہیں، مگر ان کی اکثریت نافرمان ہے۔"

لیکن سارے گاؤں والوں کو باقاعدہ مجرم قرار دے کر ان پر جرمانہ عائد کرنا جبکہ جرم کا ارتکاب انہوں نے نہیں کیا، یہ قابل غور ہے، کیونکہ جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہے وہی حقیقی طور پر جواب دہ ہے۔ فعل کی نسبت فاعل کی طرف ہو گی نہ کہ آمر کی طرف۔ الایہ کہ فاعل کو مجبور کیا گیا ہو تو اس صورت میں فعل کی نسبت مجبور کرنے والے شخص کی طرف ہو سکتی ہے۔^{۲۸}

تاہم یہاں یہ واضح رہے کہ کچھ فقہاء کے نزدیک اگر گاؤں کے پچاس آدمی قسم بھی کھائیں کہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا ہے، تب بھی ان سے دیت وصول کی جائے گی۔ حضرت عمر رض کا تعامل بھی ہے۔^{۲۹}

بہر حال پورے گاؤں والوں کو بطور تنبیہ کے جواب دہ ٹھہرانا، تاکہ جرائم کا سدباب ہو۔ یہ اس سلسلے میں بہت مؤثر اور قابل تعریف طریقہ ہے۔

نتیجہ بحث: (Conclusion)

الحاصل علاقہ چترال کے ریاستی دور کے مقدمات قصاص و دیت کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا، کہ علاقہ چترال ایک پر امن علاقہ ہونے کے باوجود ریاستی دور میں کافی جرائم کے زدمیں رہا۔ جن میں سے بہت سارے مقدمات محفوظ نہیں رہے۔ بعض نامکمل ہیں، کچھ فیصلہ شدہ اور محفوظ ہیں۔ بہر حال ان تمام مقدمات کا بنیادی سبب اسلامی احکامات کی خلاف ورزی یا ناواقفیت ہے۔ جو کہ قتل کی نوبت تک پہنچا دیتی ہے۔ البتہ ریاستی دور میں قتل و غارت اور فسادات کے روک تھام کے لئے بعض بہترین طریقے بھی اختیار کیے جاتے تھے۔ جیسا کہ گاؤں والوں کو جواب دہ ٹھہرانا، اس سے لوگ محتاط ہوتے تھے۔

اس لئے ان مقدمات پر مزید تحقیقی کام کر کے ان کو ڈیجیٹائز کرنا ضروری ہے تاکہ بہتر طریقے پر محفوظ بھی رہیں اور ان سے استفادہ بھی آسان ہو جائے۔ اور سدباب کے طریقوں کو اپنا کر معاشرے میں موجود قتل و غارت، اختلافات و فسادات اور لڑائی جھگڑے سے چھٹکارا پایا جاسکے۔

حواشی و حوالہ جات: (References)

- ۱ الاعراف، ۷: ۱۷۹
- ۲ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، (دمشق: دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)، باب من جلس فی المسجد، حدیث: ۶۶۰
- ۳ نوید اسلام، شیخ، شمالی علاقہ جات اور پاکستان، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)، ص ۱۳۸؛ منشی عزیز الدین، تاریخ چترال، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۹
- ۴ عزیز الدین، تاریخ چترال، ص ۳۱
- ۵ محمد بن عبد اللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۰ء)، حدیث: ۳۹۰
- ۶ احمد بن الحسین البیہقی، شعب الایمان، (ریاض: مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۳م)، باب نمبر ۴۳، باب الحث علی ترک الغل، حدیث: ۶۱۸۸

- ۷ عزیز الدین، تاریخ چترال، ص ۳۴
- ۸ حسن علی الشاذلی، الجنایات فی الفقہ الاسلامی، (دار الکتب الجامعی، سن طباعت نامعلوم)، ۸۵:۱
- ۹ محمد بن احمد بدر الدین العینی، عمدۃ القاری شرح البخاری، (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، ۲۰:۲۰۵
- ۱۰ العینی، عمدۃ القاری، ۲۱:۲۴
- ۱۱ گزٹ آف پاکستان، مجریہ ۱۱ جنوری ۲۰۰۵ء، حصہ اول، ص ۶۱۱
- ۱۲ الشاذلی، الجنایات، ۸۵:۱
- ۱۳ حسین مدنی، غیرت کے نام پر قتل اور شریعت اسلامیہ، مجلہ: محدث، جلد ۳۶۸، شمارہ ۵، (نومبر ۲۰۱۴ء)، ص ۱-۱۵
- ۱۴ البخاری، الجامع الصحیح، باب نمبر ۲۱، ۲۱:۲۶۷۱
- ۱۵ اعطاء اللہ صدیقی، غیرت کا قتل: قانونی و اسلامی نقطہ نظر، مجلہ: محدث، جون (۱۹۹۹ء) ص ۱-۱۵؛ منظور احمد، غیرت کے نام پر قتل: فقہائے حنفیہ کی منتخب آراء کا جائزہ، مجلہ: فکر و نظر، جلد ۵۳، شمارہ ۴، (۲۰۱۶ء)، ص ۵۹-۷۸
- ۱۶ النساء، ۱۱:۴
- ۱۷ محمد یونس خالد ڈاکٹر، ریاست چترال کی تاریخ اور طرز حکمرانی، (کراچی: زم زم پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء)، ص ۱۶۲
- ۱۸ علی بن ابی بکر، المرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، ۳۹۱:۴؛ محمد کمال الدین، ابن الہمام، فتح القدیر، (بیروت: دار الفکر)، ۱۰:۱
- ۸۶؛ محمد امین ابن عابدین، الشامی، رد المحتار مع الدر المختار، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء)، ۶:۳۳۴؛ لجنۃ مکتونۃ من عدۃ علماء و فقہاء فی الخلافۃ العثمانیہ، مجلۃ الاحکام العدلیہ، (کراچی: نور محمد کتب خانہ)، مادۃ: ۶
- ۱۹ مجلۃ الاحکام، مادۃ: ۷ و مادۃ: ۱۲۲۴
- ۲۰ علی حیدر آفندی، درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام، (دار التحیل، ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۱م)، ۱:۲۴، مادۃ: ۷
- ۲۱ آفندی، درر الحکام، ۲۴:۱، مادۃ: ۶
- ۲۲ البخاری، ۱، الصحیح، باب الہبۃ للولد، حدیث: ۲۵۸۶، و باب الاشہاد فی الہبۃ، حدیث: ۲۵۸۷
- ۲۳ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (دار احیاء الکتب)، باب الحیف فی الوصیۃ، حدیث: ۲۷۰۳
- ۲۴ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر، الاستذکار، (بیروت: دار الکتب، ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۰ء)، ۷:۲۸۸؛ الشامی، رد المحتار، ۴:۴۴۴
- ۲۵ یونس خالد، ریاست چترال کی تاریخ، ص ۱۶۳
- ۲۶ محمد بن احمد شمس الانعم السرخسی، المبسوط، (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳ء)، باب القسامۃ، ۲۶:۱۰۶؛ محمد بن محمد اکمل الدین الباری، العنایۃ شرح الہدایۃ، (بیروت: دار الفکر)، ۱۰:۳۷۳
- ۲۷ آل عمران، ۱۱۰:۳
- ۲۸ مجلۃ الاحکام، مادۃ: ۸۹
- ۳۰ السرخسی، المبسوط، ۲۶:۱۰۸؛ الباری، العنایۃ، ۲:۱۴۹؛ زین الدین ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، (بیروت: دار الکتب الاسلامی)، ۸:۴۶۶